حیلہ کی شرعی حیثیت

پروفیسر مولانا سید باچا آغا

گورنمنٹ ڈگری کالج مسلم باغ

لفظ حیلہ واحد اور اس کی جمع حیل ہے، جیسے کہ عبرۃ کی جمع "عبر" ہے اور حکمۃ کی جمع "حکم" ہے۔ الحیلۃ جمع حیل، تصرف کی قوت، ہوشیاری، دور بینی کو کہا جاتا ہے۔ الحیل جمع احیال و حیول قوت اور الحیلۃ کی معنیٰ ہے کہ:

القدرة على التصرف فى الاشغال۔(۱)

ترجمہ: کاموں میں تصرف کی قوت۔

حیلہ کے جواز کے متعلق علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا حیلہ کرنا جس کے ذریعے سے آدمی اپنے آپ کو حرام کام یا چیز سے دور رکھے یا اس کے ذریعے سے حلال چیز تک پہنچ جائے تو ایسا کرنا نیک اور اچھا کام ہے اور اس کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایسا حیلہ کرنا جس سے کسی دوسرے شخص کا حق دبایا جائے یا حق سے بے حق کیا جائے یا اس میں شبہ پیدا کیا جائے، یا ناجائز اور باطل کام یا مشتبہ چیز کو صحیح اور رَیج کرنے کا ذریعہ بنایا جائے تو ایسا حیلہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ عالمگیری میں اس سلسلے میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

مذهب علمائنا رحمهم الله تعالى أن كل حيلة يحتال بها الرجل لابطال حق الغير أو لادخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فهى مكروهة وكلّ حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها الى حلال فهى حسنة۔(۲)

ترجمہ: ہمارے علمائے (امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب) کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جس کو آدمی اس واسطے کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جائے یا اس میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ حیلہ جس کو اس غرض سے کرتا ہے کہ حرام سے خلاصی ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے یعنی حلت حاصل ہو تو یہ جائز ہے۔

اس قسم کے حیل کے جواز کے لئے اصل شرعی یہ فرمان خداوندی ہے کہ:

خذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولا تحنث۔(۳)

ترجمہ: اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مارے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو۔

مفسرین نے اس کا واقعہ یا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ایوبؑ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحانات میں مبتلا ہو گئے تھے، یعنی وہ جانی اور مالی سخت نقصان میں ڈال دیے گئے تھے، " تو ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں حضرت ایوبؑ کی بیوی کو ملا تھا، اسے انہوں نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی، اس نے کہا اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے اس کو شفاء دی، میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ انہوں نے حضرت ایوبؑ سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا بھلی مانس وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفاء دیدے تو میں تجھ کو سو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا، پس آپ کو سخت رنج پہنچا اس سے کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہے گو تاویل سے شرک نہ ہوں۔"(۴) بہر حال حضرت ایوبؑ نے اپنی پاک دامن اہلیہ سے اس بدگمانی کی بناء پر سو ۱۰۰ چھڑیں مارنے کی قسم کھالی تھی، مگر حق تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہیں حقیقت حال سے واقف اور ان کی اہلیہ کو بے قصور جانتے تھے اس لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم میں جھوٹا ہونے سے بچانے اور لوگوں کو اہلیہ کی بے قصوری ثابت کرنے کے لئے حکم دیا کہ سو ۱۰۰ شاخوں والے گچھے (مثل جاڑو) سے اپنی اہلیہ کو اس طرح سے ماریں کہ سب ان کے بدن سے لگ جائیں تو وہ قسم میں حانث نہ ہوں گے۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ جیسے کہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وقال بعضهم ان الحكم كان عاماً ثم نسخ والصحيح بقاء الحكم۔(۵)

ترجمہ: اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حکم عام تھا پھر منسوخ ہوا، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم باقی ہے۔

اور اسے منسوخ کیوں کہا جائے؟ حالانکہ کتاب الحدود، باب الزناء میں ایک انتہائی کمزور شخص کو زناء کی وجہ سے سو کوڑے مارنے کے موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی جیسا حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عن سعيد بن سعد بن عبادة۔ قال كان بين ابياتنا رجل مخدج ضعيف فلم يرع الا وهو على امة من اماء الدار يخبث بها فرفع شانه سعد بن عبادةؓ الى رسول اللهﷺ۔ فقال اجلدوه ضرب مأة سوط قالوا يانبي الله هو اضعف من ذالك لو ضربناه مأة سوط مات۔ قال فخذوا له عشكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه ضربة واحدة۔(۶)

حضرت سعد بن سعید بن عبادہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہمارے محلے میں ایک شخص فطرتاً انتہائی کمزور تھا اور اس نے ایک عورت سے زناء کر لیا تو حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس واقعے کو بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اسے سو کوڑے مارو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بہت ہی کمزور ہے اگر ہم اس کو سو کوڑے ماریں گے تو وہ اس سے مر جائے گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا سو قمچیوں کا ایک گچھا باندھ کر ایک بار اسے مار دو۔

اب اگر پھر بھی کوئی شخص اس فرمان خداوندی کو کسی دلیل کے بغیر منسوخ ہونے کا قائل ہو جائے تب بھی ایسی حدیث اس کے جواز اور ثبوت کے لئے کافی ہے۔ بہر حال مذکورہ آیت کریمہ میں درج اس واقعہ سے متعلق چند مسائل واضح ہوئے۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو ۱۰۰ قمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سو قمچیاں الگ الگ مارنے کی بجائے تمام قمچیوں کا ایک گٹھا بنا کر ایک ہی مرتبہ مار دے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت ایوبؑ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا، یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ لیکن جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ اس کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس شخص کے بدن پر ہر قمچی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے۔ دوسرا یہ کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو۔ اگر اتنے ہلکے سے قمچیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہوئی تو قسم پوری نہیں ہوگی۔(۷) فتح القدیر میں درج ہے کہ:

اذا حلف ليضربنه مائة سوط فجمع مائة سوط وضربه بها مرّة لايحنث لكن بشرط أن يصيب بدنه كلّ سوط منها ،وذالک اما أن يكون بأطرافها قائمة أو بأعراضها مبسوطة والايلام شرط فيه أما عدمه بالكلية فلا۔(۸)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اسے سو قمچیاں ماروں گا اور پھر سو ۱۰۰ قمچیوں کو جمع کر کے ایک ہی بار مارا تو وہ حانث نہیں ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ وہ سو کے سو اس کے بدن کو لگ جائیں یہ اس وقت ممکن ہے کہ یہ اطراف سے طولاً قائم یا عرضاً باندھے ہوئے ہوں، اس میں بدن کو تکلیف کا پہنچنا شرط ہے اگر تکلیف کلیۃً معدوم ہو تو پھر حانث ہوگا۔

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے کوئی شرعی حیلہ اختیار کیا جائے تو وہ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں قسم کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو پوری سو ۱۰۰ قمچیاں ماریں لیکن چونکہ ان کی زوجہ مطہرہ بیگناہ تھیں اور انہوں نے حضرت ایوبؑ کی بیمثال خدمت کی تھی اس لئے اللہ تعالٰی نے خود حضرت ایوب کو ایک حیلہ کو تلقین فرمائی اور یہ تصریح کر دی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اس لئے یہ واقعہ حیلہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔(۹)

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نامناسب، غلط یا ناجائز فعل قسم کھالے تو قسم منعقد ہو جاتی ہے اور اس کے توڑنے پر بھی کفارہ آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں کفارہ نہ آتا تو حضرت ایوبؑ کو یہ حیلہ تلقین نہ فرمایا جاتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ

کسی نامناسب کام پر قسم کھالی جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ اسے توڑ کر کفارہ ادا کر دیا جائے(۱۰) جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیراً منها، فکفر عن یمینک وأت الذی هو خیر۔(۱۱)

جو شخص ایک قسم کھالے پر بعد میں اس کی رائے یہ ہو کہ اس قسم کے خلاف عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ وہی کام کرے جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حیلے اسی وقت جائز ہوتے ہیں جب کہ انہیں شرعی مقاصد کے ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اور اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حقدار کا حق باطل کیا جائے یا کسی صریح فعل حرام کو اس کی روح بر قرار رکھتے ہوئے اپنے لئے حلال کر لیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے۔ مثلاً زکواۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کے ملکیت میں دیدیتے ہیں ، پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی اسے شوہر کی ملکیت میں دیدیتے ہیں اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہو تو پھر شوہر اس مال کو بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، اس طرح کسی پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی۔ لہذا ایسا کرنا چونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے اس لئے حرام ہے اور شاید اس کا وبال ترک زکواۃ کے وبال سے زیادہ بڑھ کر ہو۔ اس سلسلے میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وعندی أن کل حیلة أوجبت ابطال حکمة شرعیة لاتقبل کحیلة سقوط الزکاة۔(۱۲)

اور میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جو حکمت شرعیہ کے ابطال کا سبب بنے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سقوط زکواۃ کا حیلہ۔

الحاصل حسن نیت اور صدق دل کے ساتھ حیلوں کے ذریعے اگر یہی بات مقصود ہو کہ اس طرح حرام اور گناہ کے کام سے بچنا ہے یا حلال اور ثواب کام کرنے کا یہ وسیلہ ہو، اور اس بات کا پورا یقین ہو کہ اللہ تعالی ہمارے تمام کاموں اور نیتوں سے واقف اور عالم الغیب ہیں تو حیلہ کرنا جائز ہوگا اور اگر بدنیتی کے ساتھ فرائض وواجبات بھی ادا کئے جائیں تو وہ بھی عذاب میں مبتلا کرنے کے ذرائع اور ناجائز ہونگے۔ مثلاً نماز جو لوگوں کو دکھانے یا لوگوں کے دلوں میں اپنے آپ کو محترم ثابت کرنے کے لئے ہوں تو وہ بھی ناجائز ہوگی۔
اعاذنا اللہ تعالی وھو المولی الحق المبین

{مراجع ومصادر}

۱:۔ المنجد فی اللغۃ، منشورات دار المشرق، بیروت، طبعۃ الخامسۃ والعشرون، ۱۹۹۶ئ، ص ۱۶۵

۲:۔ علامہ شیخ نظام وجماعۃ من علماء الھند، الفتاوی العالمگیری، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ئ، ج ۶، ص ۳۹۰

۳:۔ ص ۴۴:۳۸

۴:۔ مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج ۷، ص ۵۲۰

۵:۔ ابی الفضل، شہاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲۳، ص ۲۷۶

۶:۔ القزوینی، ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص ۱۸۵

۷:۔ بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۲

۸:۔ ابن ھمام، شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۵، ص ۱۸۰

۹:۔ بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۳

۱۰:۔ ایضاً، ج ۷، ص ۵۲۳

۱۱:۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۹۸۰

۱۲:۔ بحوالہ بالا، ابی الفضل، شہاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی، ج ۲۳، ص ۲۷۷